~~4/08~~

3/91

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ

صدقات، غریبوں اور محتاجوں اور اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ان پر مقرر کئے جائیں اور نیز ان کے

عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ

مؤلفۃ جن کی تالیف قلوب کرنی ہو اور قیدیوں کو چھڑانے کیلئے، اور خدا کی راہ کے لئے

اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور نیز مسافروں کے لئے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ضروری ہے اور اللہ حکیم و علیم ہے

سلسلہ اسلامیہ

زکوٰۃ

جس میں

زکوٰۃ کی فلاسفی اور اُس کے متعلقہ احکام و مسائل نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں

مرتبہ

مولوی مصطفٰے خاں صاحب بی اے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دوبارہ مناسب ترمیم کیساتھ باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب مہتمم تصنیفات چھپوا کر شائع کیا

تعداد جلد ۱۰۰۰ — قیمت ۴

بار دوم

مطبوعہ کوآپریٹو سٹیم پریس لاہور

ترجمۃ القرآن انگریزی طبع ثانی

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے، ایل ایل بی۔ انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن شریف معہ تفسیر لکھائی چھپائی نہایت عمدہ انگلستان اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اس ترجمہ کے متعلق نہایت عمدہ آرا کا اظہار کیا ہے یہ ترجمہ [illegible] تین ایڈیشنوں میں چھاپا گیا ہے۔

قسم اول انڈیا پیپر نہایت خوبصورت لچکدار مراکو چمڑے کی جلد قیمت پچیس روپے (۲۵؍)

قسم دوم۔ انڈیا پیپر امی ٹیشن لیدر کی خوبصورت لچکدار جلد قیمت بیس روپے (۲۰؍)

قسم سوئم۔ موٹی مضبوط جلد ولایتی کاغذ قیمت پندرہ روپیہ (۱۵؍)

نوٹ ہر ایک نسخہ پر تقریباً ۱۲؍ پیکنگ اور محصول ڈاک کا خرچ پڑتا ہے۔

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر میں قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے اور تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ لغات کی پوری تشریح کی گئی ہے قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔

اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا کتابت نہایت خوشخط کاغذ نہایت اعلیٰ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر اور جلد کے وسط میں سنہری طغرا ہے تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے پہلی جلد کی قیمت نو روپے محصول ڈاک وغیرہ ۱۲؍ دوسری جلد کی قیمت آٹھ روپے محصول ڈاک وغیرہ ایک روپیہ ۴؍ تیسری جلد کی قیمت نو روپے محصول ڈاک وغیرہ ۱۲؍

ملنے کا پتہ دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلا باب

زکوٰۃ کیا ہے؟

انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم

اسلام کی تمام تعلیم کا خلاصہ یہ ہے، کہ خدا کی عبادت، اور اس کی مخلوق سے نیک سلوک اور ہمدردی کرو۔ ان ہی دو باتوں کی تعلیم پر قرآن مجید نے زور دیا ہے، اور سچ پوچھو تو یہی دو باتیں انسان کی فطرت میں منقوش ہیں۔ انسان کی فطرت

ایک اعلیٰ ہستی کو اپنا معبود ماننے کے لئے تقاضا کرتی ہے، اور یہ فطری تقاضا ہی مختلف صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی یہ فطرتی خواہش بے راہ ہو کر بتوں کو معبود بنا لیتی ہے کبھی پتھروں کو، کبھی اشجار کو، کبھی چاند اور سورج کو، مگر اسلام نے ان تمام جھوٹے معبودوں کی جگہ صرف ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دی ہے، اور انسان کے فطری تقاضا کو پورا کرتے ہوئے اس ہستی میں تمام قسم کی نیکیوں اور خوبیوں کو تسلیم کیا ہے۔

اسی طرح انسان میں یہ بھی ایک قدرتی خواہش ہے کہ وہ اپنے بنی نوع سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص نادار ہو، یا بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھے پھرے، تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں، اگر کوئی لنگڑا یا اندھا بازار میں ٹھوکریں کھاتا ہو، تو ہمارا دل پگھلتا ہے، اور ہم اس کی لاٹھی پکڑ کر اُسے راستہ بتاتے ہیں، اور اگر کوئی ظالم کسی پر ظلم کرتا ہے، تو ہم کو غصّہ آتا ہے، اور ہم انتقام لینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، یہ انتقام کا جوش اور غصّہ کا خروش بظاہر سخت دلی اور غضب پر دلالت کرتا ہے، مگر حقیقت میں تو یہ بھی ایک قسم کا رحم اور ہمدردی ہی ہے کہ ہم مظلوم پر ترس کھاتے، اور اس کی داد رسی کے لئے ظالم کو سزا دیتے ہیں۔

اسی ہمدردی کا کرشمہ ہے کہ یورپین ممالک میں اب ایک
فرقۂ حکماء پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ دنیا میں دولت کی جو تقسیم
بظاہر نظر آتی ہے وہ انسانی ہمدردی کے منافی ہے۔ کیونکہ یہاں
کئی لوگ تو اس قدر دولتمند ہیں کہ اگر دن کو عید ہے تو رات کو
شب برات، لیکن ان ہی کے بھائی نانِ شبینہ کے محتاج ہیں۔
اس لئے اس فرقہ کی رائے ہے کہ ذاتی ملکیت اور جائداد کا طریق
جو اس وقت رائج ہے متروک ہونا چاہئے۔ اور تمام جائداد
حکومت کی سمجھی جانی چاہئے، جو ہر ایک فرد کو ایک خاص میعاد
زیست تک سامانِ زندگی بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہو۔ اس میں شک
نہیں کہ ہمدردی اور انسانی مساوات کے نکتہ نگاہ سے یہ تجویز
نہایت عمدہ ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا موجودہ سوسائٹی اس پر
عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہے؟ یا کسی قریب مستقبل میں تیار
ہو جائے گی؟ اس سوال کا جواب آج تک تمام محققین کی طرف
سے نفی میں ملا ہے، اور بظاہر یہی نظر آتا ہے، کہ اس پر عملدرآمد
ہونا قریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ جہاں انسان میں دوسروں کی ہمدردی
کا ولولہ ہے وہاں خود اپنے نفس کے ساتھ ہمدردی بھی لازمی ہے
اور یہ ہمدردی غیروں کی ہمدردی سے بہت بڑھی ہوئی ہے
اس لئے فرقہ سوشلسٹ (فرقہ اشتراکیہ) کی تجاویز عملی جامہ پہنتی
نظر نہیں آتیں۔

لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے، بلکہ قرآن مجید سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی پہلے ایک ایسا حکم نافذ فرما رکھا ہے جو اس عالمگیر ہمدردی کے تقاضا کو نہایت خوبی سے پورا کرتا ہے۔ اور جس پر لوگ ہمیشہ عمل کرتے رہے ہیں۔ اور کر سکیں گے۔ یہ حکم زکوٰۃ کا ہے ؛

زکوٰۃ زکا سے مشتق ہے اس لفظ کے لغوی معنی نمو اور بڑھنا ہیں۔ لیکن ہر ایک چیز کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو ہر ایک غلاظت اور آلائش سے پاک اور صاف رکھا جائے۔ چنانچہ کھیتی باڑی کے بڑھنے اور پھولنے پھلنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُسے گھاس۔ پات سے صاف و پاک رکھا جائے۔ جسم کے بڑھنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ مواد غلیظہ اور رطوبات ردیہ سے اس کا تنقیہ کیا جائے۔ زخم بھرنے کے واسطے بھی اس کا صاف اور ستھرا رکھنا از بس ضروری ہے۔ اس لئے زکوٰۃ کے معنوں میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں۔ اوّل بڑھنا یا ترقی کرنا۔ دوم پاک و صاف کرنا ؛

اور یہی دو مفہوم اس اسلامی زکوٰۃ میں مد نظر ہیں۔ جو قرآن مجید نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس حکم زکوٰۃ کی رو سے

فقہائے اسلام نے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس کوئی خاص مقدار دولت و مال کی ہو (اس مقدار کا ذکر آیندہ آئے گا) تو وہ اس میں سے اس قدر خدا کی راہ میں غرباء اور مساکین وغیرہ کے لئے دے دے۔

زکوٰۃ کا حکم پہلی شریعتوں میں

ہم اوپر کہ آئے ہیں کہ قرآن مجید سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے اقوام کو زکوٰۃ کا حکم تھا، اور عقلی طور پر بھی یہی بات قرین قیاس ہے، کیونکہ یہ حکم تو انسانی ہمدردی سکھاتا ہے اور ہمدردی کا جوہر تو انسانوں میں کم وبیش ابتدا سے ہی موجود ہے۔ اس لئے اس شعبۂ فطرت انسانی کی آبیاری کے لئے پہلی شریعتوں میں بھی کوئی نہ کوئی حکم خیرات، زکوٰۃ یا بذل مال فی سبیل اللہ کے طریق پر ہونا چاہئے۔ قرآن مجید نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی یہ شہادت ادا کی ہے۔

واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً	خدا نے مجھے حکم دیا کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔

اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم تھا۔ لیکن انبیاء کے لئے جو حکم ہوتا ہے اُن کی اُمّت بھی اس حکم میں شامل ہوتی ہے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروؤں کو بھی نماز و زکوٰۃ کا حکم تھا۔ چنانچہ اس کی مزید شہادت بائبل (عہد نامہ جدید) سے بھی ملتی ہے۔ متی باب ۶ آیت ۲ : ۴ میں ہے

"پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا۔ جیسا ریا کار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں تا کہ لوگ ان کی بڑائی کریں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا"۔

اس سے دو امر صاف ثابت ہیں :۔

اوّل۔ حضرت مسیحؑ اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ خیرات پوشیدہ کیا کرو۔

دوم۔ حضرت مسیحؑ کی قوم کے لوگ خیرات کرتے تھے، مگر یہ نقص تھا کہ اُن کا منشاء دکھاوا اور ریا تھا۔

اس سے اوپر چلے جائیں تو یہود کی کتب میں بھی خیرات یا

زکوٰۃ کا مفہوم موجود ہے۔ چنانچہ استثنا باب ۲۴ آیت ۱۹: ۲۲
میں ہے +

"جب تو اپنے کھیت میں اپنا حاصل کاٹے، اور ایک پولا
بھول کے چھوڑے تو اس کے لینے کو پھر مت جا، وہ
پردیسی، یتیم اور بیوہ کے لئے رہے۔ تاکہ خداوند تیرا
خدا تیرے ہاتھ کے سارے کاموں میں تجھے برکت دے،
جب تو اپنے زیتون کے درخت کو جھاڑ ڈالے تو اس کے
بعد اس کی الگ الگ شاخوں کو مت جھاڑ، بلکہ وہ پردیسی
اور یتیم اور بیوہ کے لئے رہے۔ جب تو اپنے تاکستان
کے انگور جمع کرے، تو اس کے ساتھ اس کی خوشہ چینی
مت کیجیو، وہ پردیسی اور یتیم اور بیوہ کے لئے رہے۔
اور یاد کر کہ تو مصر کی سرزمین میں غلام تھا اس لئے
میں تجھے فرماتا ہوں کہ یوں کر"

ان آیات میں صاف زکوٰۃ کا مفہوم پایا جاتا ہے +

ہندو مذہب کے ہاں تو دان اور پُن کا بڑا ذکر ہے۔ چنانچہ
ہر ایک مذہبی کتاب میں راجہ کی داد و دہش کی داد موجود
ہے +

رگ وید میں ہے۔

ناکیہ پرشٹے ادھی تشٹھتی شرتوبہ پرناتی سہا دیویشو گچھتی

تسا آپو گھر تم ارشنتی سندھوا تسما ایم دکھشنا پرُنسے سدا ٭
بہشت کی پشت پر سہارا لے کر وہ ٹھیرتا ہے جو خیرات
کرتا ہے۔ اور وہ شخص دیوتاؤں کو پہنچتا ہے اس کے لئے
پانی اور دریا گھی برساتے ہیں۔ اس کے لئے یہ چیزیں
خیرات کے سبب سے مہیا کی جاتی ہیں ٭

غرض زکوٰۃ کا حکم ہر ایک مذہب میں ملتا ہے۔ لیکن اسلام کی زکوٰۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں اس کو نماز سے دوسرے درجہ پر اہمیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ اس کے جمع اور خرچ کے لئے خاص نظام مقرر کر دیا گیا ہے ٭

قرآن میں زکوٰۃ کا حکم

قرآن مجید میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ شروع میں ہی جہاں خدا کے بندوں کی تعریف ہے وہاں ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ	(متقی وہ لوگ ہیں) جو
وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ	غیب پر ایمان لاتے ہیں
وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ	نماز کو قایم کرتے ہیں اور خدا
یُنْفِقُوْنَ ۝	کے دیئے ہوئے میں سے (فی سبیل اللہ)

اور ایک دوسرے مقام پر انفاق فی سبیل اللہ کو حیات قومی قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اگر خدا کی راہ میں خرچ نہیں کروگے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ فرمایا ہے +

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	خدا کے رستے میں خرچ کرو
وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ	اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں
اِلَی التَّھْلُکَۃِ ط	سے ہلاکت میں مت ڈالو۔

پھر ایک دوسرے مقام پر ہے:۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ	نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ	منہ مشرق یا مغرب کے سامنے پھیرو
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ	لیکن نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ
الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ	پر یوم آخرت پر فرشتوں پر
وَ النَّبِیّٖنَ وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی	کتب الٰہی پر اور نبیوں پر ایمان
حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی	لائے اور خدا کی محبت میں
وَ الْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ	قریبوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں
وَ السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ	اور غلاموں کو آزاد کرنے میں مال
وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ	دے۔ نماز قایم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔

یہاں بھی خدا تعالیٰ نے اقامت نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو رکھا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت ظاہر ہے +

پھر ایک دوسرے مقام پر نماز اور زکوٰۃ کو مسلمانوں کا امتیاز

خصوصی بیان فرمایا ہے

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ — پس اگر توبہ کرلیں اور نماز قایم کر
وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ — لیں، زکوٰۃ دیں تو پھر وہ تمہارے
فِی الدِّیۡنِ — دینی بھائی ہیں

گویا اسلامی برادری کا نشانِ امتیازی نماز و زکوٰۃ ہیں اور کفر و اسلام میں یہی ما بہ الامتیاز ہیں

زکوٰۃ کا ذکر حدیث میں

زکوٰۃ کا ذکر احادیث میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اُن لوگوں سے جنگ کی جو نماز و زکوٰۃ میں سستی کرتے تھے۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے "اگر تمہارے پاس کوئی افسر زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آئے تو تم اُسے خوش کرکے واپس کرو"۔ اور ایک دوسری حدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حق کے ساتھ صدقہ

عہ عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وھو عنکم راض۔ رواہ مسلم

ادا کرتا ہے تو وہ اس غازی کی طرح ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرکے پھر واپس آتا ہے[1] بعض روایات میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے اور مال جمع کرتا ہے اُس کو قیامت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور چاندی اور سونے سے جن کو اُس نے جمع کیا ہے اس کے جسم پر داغ دیئے جائیں گے۔

غرض اس میں کلام نہیں کہ قرآن مجید اور احادیث میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان ہدایات پر عمل پیرا ہو جن کو شریعت اسلام نے جاری کیا ہے۔

اسلامی زکوٰۃ کی خصوصیت

صدقہ و خیرات کی تعلیم، جیسا کہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں، ہر مذہب و ملت میں ہے، لیکن اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اس خیرات کو اور مذاہب کی طرح محض خیرات کرنے والے کی خوشی اور مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ اُس کو نماز کی طرح ایک فریضۂ الٰہی قرار دیا، اور اُس کے جمع کرنے کے

[1] عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العامل علی الصدقۃ بالحق کالغازی فی سبیل اللہ حتی یرجع الی بیتہ (رواہ ابوداؤد و ترمذی)۔

لئے سلطنت کی طرف سے عمال رکھے جانے کا انتظام کیا اور اسی طرح اس کے خرچ کے لئے بھی ایک بجٹ تیار کیا جن میں اُس کی مختلف مَدّاتِ مصارف کو بیان کر دیا، اُن کا ذکر ہم انشا اللہ تعالیٰ آیندہ بیان کریں گے +

غرض اسلام کی زکوٰۃ یا خیرات محض مسلمانوں کی دلی خواہش یا جذباتی سخاوت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اُس کے لئے شریعت غرّا نے ایک خاص اور کامل و مکمل نظام قایم کیا ہے اور اگر اس نظام کی پابندی کی جائے تو قوم و ملّت کی مجموعی حالت نہایت دل خوش کن ہو سکتی ہے۔ اور مسلمان جو آج افلاس کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں مرفہ الحال ہو سکتے ہیں +

دوسرا باب

زکوٰۃ سے کیا غرض ہے؟

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ زکوٰۃ کے معنوں میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں:-

(۱) بڑھنا یا ترقی کرنا +

(۲) پاک و صاف کرنا +

اور یہی دو مفہوم اس اسلامی زکوٰۃ میں مد نظر ہیں۔ جس کو اسلام نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے یہ اجمال کسی قدر تشریح کا محتاج ہے جو ہم اس باب میں کئے دیتے ہیں +

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے قوم کی حیات وابستہ ہے۔ چنانچہ پہلے ہم اس آیت کو نقل کر چکے ہیں جس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مال کا خرچ نہ کرنا ہلاکت میں پڑنا ہے۔ بظاہر یہ ایک معنی

معلوم ہوتا ہے لیکن اگر حیاتِ عمرانی پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان جو مدنی الطبع ہے ایک دوسرے کی امداد و استمداد کا محتاج ہے اور قوم کی ترقی محض چند افراد یا معدودے چند اشخاص کی ترقی کا نام نہیں بلکہ قوم اس وقت ترقی یافتہ ہو سکتی ہے کہ اس کے افراد میں کثرت ایسے اشخاص کی ہو جو اپنی حیثیت کے موافق مرفہ الحال ہوں اور تمام ملک میں کاروبار کی گرم بازاری ہو۔ اس کی دولت تجارتی کارخانوں و اور صنعتی کارگاہوں میں منتقل ہوتی رہے۔ اس کے مزدوری پیشہ لوگ اپنے اپنے پیشہ میں خوب کمائیں۔ غرض دولتمند اور مرفہ الحال وہی قوم و ملک ہے جس کی دولت چند گھروں میں مدفون نہیں، بلکہ اس کی دولت بازاروں اور کارخانوں اور کارگاہوں میں نت نئی صورتیں اختیار کرتی ہے اور پہلے سے دگنی۔ چگنی ہو کر ملک میں واپس آتی ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے علم الاقتصاد (پولیٹیکل اکانومی) کے محققین کی یہ قطعی رائے ہے کہ وہی ملک سب سے زیادہ اقبال مند اور دولتمند ہے جس کی درآمد و برآمد یا آمد و خرچ سب سے زیادہ ہو۔ یا دوسرے الفاظ میں جس میں روپیہ جلدی جلدی منتقل ہوتا ہو اور بیکار مدفون نہ پڑا رہتا ہو۔ لیکن اس کے برخلاف جس ملک کا روپیہ مدفون ہے وہ سب سے زیادہ مفلوک الحال ہے۔ ماہران

اقتصادیات کو تو صدیوں کی جگر کاوی اور دماغ سوزی اور مدت کے تجربات سے یہ بات اب معلوم ہوئی ہے مگر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے یہ بتا دیا تھا کہ

وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ	جو لوگ سونا اور چاندی
وَ الْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا	زمین میں گاڑتے ہیں۔ اور
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ	خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے
بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ؕ	انہیں عذاب سخت کی خبر دو

اس آیت شریفہ میں "عذاب الیم" کے الفاظ خصوصیت سے قابلِ غور ہیں۔ قرآن مجید پر تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں عذاب عظیم سے مراد علی العموم عذاب آخرت ہوتا ہے جو فی الواقع سب سے بڑا عذاب ہوگا۔ لیکن "عذاب الیم" سے مراد اس دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب ہوتا ہے۔ اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ نے "عذاب الیم" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جس سے مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اسی دنیا میں عذاب ذلت دیا جائے گا۔ اور تاریخی شہادت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ جو قوم محض روپیہ جمع کرنے کے پیچھے لگی وہ آخر دنیا میں رسوا ہو گئی۔ یہود نے روپیہ جمع کرنے میں کمال ہی کیا ہے اور شاید اس کمال کی نظیر دوسری قوموں میں مشکل سے ملے۔ لیکن کیا قوم یہود کی ذلت اور

رسوائی بھی بے نظیر نہیں ؟

غرض بذلِ مال قومی اور مالی ترقی کے لئے از بس ضروری ہے اور جس ملک کے اغنیاء فقراء اور محتاجوں مسکینوں کی امداد نہیں کرتے وہ ملک خود آخر کار سب کا سب محتاج اور مسکین بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب ملک کے مساکین حالت بیچارگی ہیں ہی مر گئے۔ اور سوسائٹی کے کارکن جوارح ثابت نہ ہوئے تو اُن کی اولاد اُن سے ابتر ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام ملک کے لوگ رفتہ رفتہ مفلوک الحال ہوتے جاتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ تمام قوم کی قوم مُفلس ہو جاتی ہے۔ اور وہ معدودے چند لوگ جو مال کے جمع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ بھی ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں کہ اُن کی تمام قوم قعر مذلت میں ہوتی ہے ٭ یاد رکھو کہ افراد کی عزت قوم کی عزت کے ساتھ ہے۔ اگر قوم معزز نہیں تو پھر اس کا کوئی فرد بھی معزز نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ بجائے خود کتنا بڑا دولت مند ہو۔ یہ وہ سبق ہے جس کو تاریخ نے بارہا دُہرایا ہے اور دُہرائے گی ٭

اس سے قطع نظر زکوٰۃ بجائے خود زکوٰۃ دینے والے کے مال و متاع کے لئے باعث تطہیر و تزکیہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے باقی ماندہ مالوں کو پاک کرنے کے لئے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ؐ ظاہر ہے کہ جب ہم روپیہ کماتے ہیں تو ہماری مساعی اور ہماری کامیابی میں خدا کا فضل بھی شامل حال ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اُس کا فضل شامل نہ ہو تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ پس جب خدا نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس قدر مال و متاع دیا ہے کہ ہم اپنی ضروریات سے بچا کر اس کو پس انداز کر سکتے ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی خدا کے فضل کا عملی شکریہ ادا کریں۔ اور وہ شکریہ یہی ہے کہ ہم اس مال میں سے خدا کے حکم کے مطابق غُربا اور مساکین کی امداد کریں +

پس جب ہم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو نہ صرف تمدنی اور معاشرتی فرض ہی ادا کرتے ہیں۔ جس سے مالی وملکی ترقی مدنظر ہے بلکہ خود اپنے مال کی تطہیر اور خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ شکریہ بھی ہمارے مال و متاع کی ترقی کا موجب ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے :-

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ — اگر تم شکر کروگے تو میں اور تمہاری نعمتوں کو بڑھاؤں گا

ؐ فقال ان الله لم يفرض الزكوة الا ليطيب ما بقي من اموالكم (رواه ابو داؤد)

تیسرا باب

کس مال پر زکوٰۃ واجب ہے

یوں تو صدقہ و خیرات جتنا کیا جائے باعثِ ثواب ہے مگر اسلام نے ہر ایک معاملہ کو ایک قانون میں مقید کر دیا ہے اور نظام کے لئے یہ ضروری بھی ہے چنانچہ زکوٰۃ کے لئے بھی اسلام میں حدود ہیں۔

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ زکوٰۃ اس مال پر ہی واجب ہوتی ہے جس کو ہمارے قبضہ میں آئے ہوئے پورا سال گذر جائے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک مال سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ ایک سال گذر نہ جائے[1] اس کے

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استفاد فلا زکوٰۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول (رواہ الترمذی)

علاوہ بعض ایسی اشیاء ہیں کہ ان پر زکوٰۃ مطلق نہیں - چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ (سواری کے) گھوڑے اور غلام پر زکوٰۃ نہیں ؏ اور اسی سے فقہاء نے مستنبط کرکے کہا ہے کہ ایسے تمام مال پر زکوٰۃ نہیں جو گھر کے سامان اور روزانہ ضروریات کے لئے ہو بقولات اور سبزیاں اور وہ پھل جن کا ذخیرہ نہ کیا جائے - خانہ داری کے اسباب اور سامان، اپنے مطالعہ کے لئے کتب خانہ، زراعت کے سامان، زراعت کے مویشی، صنعت و حرفت کے آلات مکانات و جواہرات وغیرہ ✤

جن اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے اُن کے متعلق علاوہ ایک سال کی میعاد کے ایک خاص تعداد بھی مقرر ہے - اگر وہ مال اس تعداد سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی - ہم اُن مسائل کا ذکر شرح و بسط سے آیندہ کریں گے مگر ان مسائل کے بیان کردینے سے پہلے چند اصطلاحات کی شرح کر دینی چاہئے جن کا جاننا ضروری ہے ✤

نصاب - کم سے کم اس مال کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہے ✤

وسق - ایک وزن ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے - اور ایک صاع ہندوستان کے مروجہ وزن کے مطابق دو سیر

؏ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ متفق علیہ

دو چھٹانک دو تولہ اور چار ماشہ کے برابر ہے گویا ایک وسق تین من سوا نو سیر کے برابر ہؤا ✣

درم - چاندی کا سکہ یا وزن جو ہندوستان کے وزن تین ماشہ اور ایک رتی کے برابر ہوتا ہے ✣

دینار - سونے کا وزن یا سکہ جو ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے ✣

مال جس پر زکوٰۃ واجب ہے

جس مال پر زکوٰۃ واجب ہے وہ حسب ذیل ہے :-

۱ - سونا، چاندی، اور نقدی ✣

۲ - اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ بشرطیکہ تجارت کے لئے ہوں ✣

۳ - تجارت کا مال ✣

۴ - زمین کی پیدا وار ✣

ان کا نصاب علیحدہ علیحدہ ہے اور اس کی شرح اگلے اوراق میں پڑھیئے ✣

چوتھا باب

نصاب اور شرح زکوٰۃ

جن اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے ان کے نصاب و شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہیں *

نقدی

چاندی کا نصاب باون تولہ اور سونے کا ساڑھے سات

علہ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت عن الخیل والرقیق فاتوا صدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم ولیس فی تسعین ومائۃ شئ فاذا بلغت مائتین ففیھا خمسۃ دراھم

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت علی روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں اور غلاموں پر تو میں نے زکوٰۃ معاف کردی مگر چاندی پر ہر چالیس درہم پر ایک درہم ادا کرو۔ اور ایک سو نوے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ لیکن جب دو سو درہم ہوجائیں تو پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرو۔

تولہ۔ یعنی جس کے پاس اس قدر یا اس سے زیادہ چاندی یا سونے کے سکہ ہوں اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ شرح زکوٰۃ ۱/۴۰ ہے۔ یعنی اس نقدی میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دے۔ کرنسی نوٹ چونکہ نقدی کی ہی ایک شکل ہے اس لئے وہ بھی نقدی کے حکم میں ہے۔

نقدی میں زکوٰۃ کے تعین کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو سکہ ملک میں عام طور پہ رائج ہو یعنی لیگل ٹنڈر (سکہ قانونی) سے نصاب اور شرح زکوٰۃ اسی کے مطابق شمار ہوگی۔ مثلاً اس ملک میں اگر کسی شخص کے پاس ایک سو روپیہ جمع ہے۔ تو چونکہ یہ رقم ۵۲ تولے چاندی سے زاید ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر وہ شخص اس سو روپیہ کو چھ پونڈوں اور دس روپیہ میں منتقل کرکے رکھتا ہے تو اگرچہ اس صورت میں سونے کا نصاب پورا نہیں ہوگا۔ لیکن تاہم ہمارے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ اس ملک میں عام طور پر روپیہ رائج ہے نہ پونڈ۔ اس لئے اسی سکہ کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جو لیگل ٹنڈر (سکہ قانونی) ہے۔

زیورات

زیورات بھی نقدی کے حکم میں ہی ہیں۔ اور ان پر بھی

شرح زکوٰۃ وہی ہے جو نقدی پر۔ جو زیورات روزانہ استعمال میں نہیں آتے بلکہ عموماً رکھے رہتے ہیں اُن میں زکوٰۃ دینی ضروری ہے۔ کیونکہ اُن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ وہ قابل زکوٰۃ ہیں۔ لیکن ایسے زیورات کے متعلق جو روزانہ استعمال میں آتے ہوں اختلاف ہے۔ بعض کا مذہب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں دینی چاہیئے صحابہ کرام کے عمل سے دونوں صورتیں ثابت ہیں مگر افضل یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے زیورات پر بھی زکوٰۃ دی جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھیں۔ تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا یہ بھی "کنز" میں داخل ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو پھر یہ کنز میں داخل نہیں[۱]۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ پہنے ہوئے زیور پر بھی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کا بھی مذہب یہی ہے کہ تمام زیورات پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے +

اگر چاندی اور سونے کے زیورات کا علیحدہ علیحدہ نصاب پورا نہ ہو مگر مل کر پورا ہو جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوگی

[۱] عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت یارسول اللہ اکنز ھو؟ فقال ما بلغ ان تودی زکوٰتہ فزکی فلیس بکنز (رواہ مالک و ابوداؤد)

مثلاً اگر کسی کے پاس سوا چھبیس روپے کی چاندی کا زیور ہو اور سوا چھبیس روپیہ سونے کا تو چونکہ اس کی مجموعی تعداد باون تولہ چاندی سے زاید ہے اس لئے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی +

زیورات اگر جڑاؤ ہوں تو جڑا پر زکوٰۃ نہیں۔ نہ ہی جواہرات پر زکوٰۃ ہے۔ صرف سونے یا چاندی کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔ جو اس میں لگا ہے +

پیداوار اراضی

صحیح بخاری میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو زمین مینہ یا چشموں سے سیراب ہو یا ایسی ہو کہ خود ہی تر و تازہ ہو، تو اس کی پیداوار پر زکوٰۃ بشرح $\frac{1}{10}$ ہے۔ لیکن جس زمین کی آبپاشی کنوئیں چرسے یا دوسرے مصنوعی طریقوں سے کی جائے اس پر زکوٰۃ کی شرح $\frac{1}{20}$ ہے۔ نہری زمین پر اگر آبیانہ دینا پڑتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ $\frac{1}{20}$ کی شرح سے ادا کرنی ہوگی۔ کیونکہ آخر آبپاشی کے لئے روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے +

اس سے یہ تو صاف ثابت ہوگیا کہ پیداوار اراضی پر بھی

عن عبداللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر (رواہ البخاری)

زکوٰۃ واجب ہے مگر ہندوستان میں ایک خاص صورت ہے۔ کہ یہاں کی اراضی پہلے ہی سرکاری لگان کے ماتحت ہے۔ جو اکثر صورتوں میں زمین کی پیداوار کے ۱/۲ یا ۱/۳ سے زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے بعض نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ لگان والی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کلوا من ثمرہٖ اذا اثمر و اٰتوا	اس کے پھل سے کھاؤ جب وہ پھل
حقہٗ یوم حصادہٖ۔	لائے۔ اور اس کے کاٹنے دن اس کا حق دو

یہ حق زکوٰۃ ہے اور زمین پر خراج جو ہندوستان میں گورنمنٹ وصول کرتی ہے وہ زکوٰۃ سے مستثنےٰ نہیں کرتا کیونکہ حقلہ کے اندر نہیں آتا۔ بلکہ وہ گورنمنٹ اپنے آپ کو ایک گونہ مالک زمین قرار دے کر وصول کرتی ہے علاوہ ازیں زکوٰۃ کے خاص مصارف قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر فقراء و مساکین، مولفۃ القلوب اور جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ اور زمین کے خراج کا روپیہ جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے ان مصارف پر نہیں لگتا۔ پھر یہ خراج ہر مالک زمین سے وصول ہوتا ہے۔ امیر ہو یا غریب فصل ہو یا نہ ہو۔ زکوٰۃ صرف اغنیاء پر ہے اور جس قدر کسی فصل میں پیداوار ہو اسی کا معینہ حصہ ہے البتہ یہ خراج چونکہ مجبوراً دینا پڑتا ہے۔ اس لئے لازمی اخراجات زمین میں شمار ہوگا۔ گویا پیداوار زمین کی اس قدر کم سمجھی

جائے گی مثلاً ایک شخص کے پاس بیس گھماؤں زمین ہے جس میں سے پچاس من گیہوں پیدا ہوتی ہے۔ جس کی قیمت اندازاً ڈیڑھ سو روپیہ سمجھ لو مگر اُس زمین پر اسے پچاس روپے خراج سرکار کو بھی دینا پڑتا ہے۔ تو اس کی پیداوار ایک سو روپے سمجھی جائے گی۔ اور اسی پر زکوٰۃ محسوب ہوگی ایسا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے اجارہ لے کر زمین کو کاشت کیا ہے تو جس قدر رقم بطور اجارہ دینی پڑی ہے وہ خرچ لازم میں محسوب ہوگی اور نصاب کا اندازہ بھی اس کی منہائی کے بعد ہوگا۔ لیکن اس صورت میں اجارہ پر دینے والے نے بھی فی الحقیقت زمین کی پیداوار کا ہی ایک حصّہ لیا ہے۔ اس لئے جو رقم وہ بطور اجارہ لے وہ غلّہ کے قائم مقام سمجھی جاکر اس پر زکوٰۃ غلّہ کی طرح ہی واجب الادا ہوگی۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس زمین کی پیداوار میں دو شریک ہو گئے۔ ایک اصل مالک زمین اور ایک کاشتکار اور ہر ایک پر اس کے حصّہ کے مطابق زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ وہ آمد نصاب سے زیادہ ہو۔

غلّہ کا نصاب ۔ حدیث میں کھجور کا نصاب پانچ وسق ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک صاع چار مد ہے۔ اور مد ۱⅓ رطل ہے۔ اور رطل آدھ سیر۔ تو اس حساب سے بیس من پختہ کھجور کا نصاب ہوا۔ پس یہی نصاب غلوں کا ہوگا۔ خواہ

گیہوں ہو یا جو یا جوار یا باجرہ یا چنا یا کوئی اور غلہ جن کا نرخ قریبًا قریبًا برابر ہے۔ لیکن ایسی پیداوار اراضی جو نسبتًا زیادہ گراں ہے۔ جیسے کپاس۔ اس کا نصاب بھی کم ہونا چاہئے۔ چنانچہ احادیث میں نہ صرف سونے اور چاندی کے نصاب میں فرق رکھا ہے بلکہ اونٹ گائے بکری سب کے نصاب میں فرق ہے۔ اور چونکہ ہر چیز کے لئے علیحدہ نصاب مقرر کرنا مشکل ہے۔ اس لئے ایسی پیداوار اراضی کا جو عام غلوں سے زیادہ گراں ہے۔ سب کا نصاب باون روپے رہے گا۔ جو نقدی کا نصاب ہے۔ اور نصاب کا حساب یوں کیا جائے گا۔ کہ اول پیداوار اراضی کی دیکھی جائے گی۔ پھر اس میں سے اس قدر کمی کی جائے گی۔ جس قدر خراج زمین پر سرکار کو یا مالک زمین کو دینا پڑا ہے۔ باقی ماندہ پیداوار اگر بیس من پختہ سے زیادہ ہے یا باون روپے سے زیادہ قیمت کی ہے تو اس پر زکوٰۃ لی جائے گی +

ایسی فصلیں جو زمیندار صرف مویشی کے لئے بوتے ہیں۔ ان پر کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی اور ایسا ہی ان ترکاریوں، سبزیوں، اور پھلوں پر بھی کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی جو اپنے گذارہ کے لئے کاشت کی جاتی ہیں۔ لیکن جو سبزیاں اور پھل وغیرہ فروخت کے لئے کاشت ہوتی ہیں۔ اور ایسا ہی جو فصلیں ایسی ہیں کہ وہ صرف فروخت کے لئے کاشت کی جاتی ہیں یا فروخت کر دی جاتی ہیں۔ جیسے

خربوزہ، بیل وغیرہ ان سب میں زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا۔ لیکن نصاب سہولت کے لئے باون روپے رہے گا یعنی باون روپے سے زیادہ کی اگر کسی فصل کی فروخت ہے تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا +

جو لوگ زمین کو خود کاشت نہیں کرتے۔ بلکہ اجارہ یا حصّہ پر دے کر دوسروں سے کاشت کراتے ہیں ان کی پیداوار اراضی وہی روپیہ یا غلّہ سمجھا جائیگا جو وہ وصول کرتے ہیں اور خراج سرکاری اگر وہ خود ادا کرتے ہیں تو اُسے منہا کرنے کے بعد اگر نصاب غلہ سے زیادہ یا بصورت روپیہ باون روپیہ سے زیادہ انہیں آمد ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا +

مال تجارت

مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اس کے نصاب علیحدہ علیحدہ رسول اللہ صلعم کے عہد میں ہی مقرر ہو چکے تھے۔ البتہ گھوڑوں کی تجارت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں نہیں ہوتی تھی اس لئے اس کا نصاب آنحضرت کے وقت مقرر نہیں ہوا۔ مگر حضرت عمر کے عہد میں تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ لی جاتی تھی[1] اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو گھوڑے گھوڑیاں یوں ہی جنگل میں چرتی پھریں ان پر بھی

[1] الفاروق حصہ دوم صفحہ ۴۸۔

زکوٰۃ واجب ہے۔ گھوڑے کا نصاب فی راس ایک دینار ہے۔ یا گھوڑے کی قیمت تشخیص کرا کر دو سو درہم پر پانچ درہم نقدی کے بموجب ادا کر دینا چاہئے۔ باقی جانوروں کا نصاب مندرجہ ذیل نقشے سے معلوم ہوگا۔

گائے، بیل، بھینس

جب تعداد ۳۰ سے ۳۹ تک ہو ایک گوسالہ یک سالہ

" " ۴۰ " ہو " دو سالہ

" " ۴۱ " ۵۹ " ایک گوسالہ اور چالیسواں حصہ قیمت زاید از ۴۰ کا +

" " ۶۰ " ۶۹ " دو گوسالہ یک سالہ

" " ۷۰ " پر " ایک گوسالہ یک سالہ اور ایک گوسالہ دو سالہ

اس کے بعد ہر تیس پر ایک گوسالہ یک سالہ اور چالیس پر ایک گوسالہ دو سالہ +

بھیڑ۔ بکری

بھیڑ بکری جب تعداد میں ۴۰ سے ۱۲۰ تک ہوں ایک بکری

۱۲۰ " ۲۰۰ " دو بکریاں

بھیڑ بکری جب تعداد میں ۲۰۱ سے ۳۰۰ تک ہوں تین بکریاں
۳۰۱ اور اس سے زاید ہوں تو ایک بکری فی صدی[له] ٭

چالیس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر مالک اپنی مرضی سے بطریق نفل کچھ دے دے تو یہ باعث ثواب ہے۔ زکوٰۃ دینے میں یہ خیال بھی ضرور رکھنا چاہئے کہ بڑھیا یا عیب والی گائے یا بکری نہ دی جائے۔ اور نہ ہی بوک دی جائے۔ لیکن اگر خود زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی خاص مصلحت سے بوک لینا پسند کرے تو وہ اور بات ہے ٭

اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ ہے یعنی چار اونٹ پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹ پر ایک سال کی ایک بکری اور آگے اسی حساب سے پچیس سے پینتیس ۳۵ اونٹ تک ایک سال سے اوپر کا اونٹ کا بچہ ہے چھتیس سے پینتالیس اونٹ تک دو سال

له فی صدقۃ الغنم فی سائمتها اذا کانت اربعین ففیها شاۃ الی عشرین و مائۃ شاۃ فاذا زادت الی عشرین ومائۃ الی مائتین ففیها شاتان فاذا زادت علی مائتین الی ثلاث مائۃ ففیها ثلاث شیاۃ فاذا زادت علی ثلاث مائۃ ففی کل مائۃ شاۃ فاذا کانت سائمۃ الرجل ناقصۃ من اربعین شاۃ واحدۃ فلیس فیها صدقۃ الا ان یشاء ربها لا یخرج فی الصدقۃ هرمۃ ولا ذات عوار ولا تیس الا ماشاء المصدق (رواہ البخاری عن انس)

سے اوپر کا اونٹ کا بچہ۔ چھیالیس سے ساٹھ اونٹ تک تین سال سے اوپر کا اونٹ کا بچہ۔ اور اکسٹھ سے پچہتر اونٹ تک چار سال سے اوپر کا اونٹ کا بچہ۔

مویشیوں پر زکوٰۃ دینی اس وقت واجب ہوگی جب وہ اکثر حصہ سال کا باہر صرف کریں۔ اور اگر گھر میں بندھے رہیں اور گھر سے چارہ ڈالا جائے تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

دوسرے مالِ تجارت پر زکوٰۃ

مویشیوں کے علاوہ جو مال تجارت کے لئے دکان میں رکھا جاتا ہے اس کے متعلق بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں سمرہؓ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز میں صدقہ دینے کے لئے حکم دیتے تھے جو ہم بیچنے کے لئے تیار کرتے تھے اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ مال تجارت پر زکوٰۃ ہے۔ اور مجاہد کے نزدیک و انفقوا من طیبات ما کسبتم تجارت کی زکوٰۃ کے بارہ میں ہی ہے۔ لیکن چونکہ تجارت کا مال بعض وقت ایک مدت تک بغیر نفع دینے کے بھی پڑا رہ

لہ عن سمرۃ بن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع (رواہ ابو داؤد)

سکتا ہے۔ اس لئے ایسے مال تجارت پر جو سال کے اندر فروخت نہیں ہؤا کوئی زکوٰۃ نہیں۔ جب وہ فروخت ہوگا اسی وقت اس پر زکوٰۃ بھی واجب الادا ہوگی۔ اور اس وقت صرف ایک ہی سال کی زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔ حضرت امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ و انہ ان لم یبعہ ذالک العرض سنین لم یجب علیہ فی شئ من ذالک العرض زکوٰۃ وان طال زمانہ فاذا باعہ فلیس علیہ الا زکوٰۃ واحدۃ اور اصول جو شارع علیہ السلام نے مقرر کیا ہے اس کی رو سے بھی یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا اصول مویشی میں سے مویشی اور غلّہ میں سے غلّہ، اور نقدی میں سے نقدی ہے۔ لیکن چونکہ جو مال تجارت ان چیزوں کے علاوہ ہے۔ اس میں سے ہر چیز کا چالیسواں حصّہ لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک ایک دوکاندار کے پاس سینکڑوں قسم کی اشیاء ہوتی ہیں۔ پس مال تجارت پر سے زکوٰۃ صرف بصورت نقدی لی جا سکتی ہے اور یہی عمل رسول اللہ صلعم اور صحابہ کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نقدی کی صورت میں اس حصہ مال پر زکوٰۃ وصول ہو سکتی ہے۔ جو نقدی کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہو۔ مثلاً ایک شخص کی دکان میں پچاس ہزار کا مال ہے۔ اس میں سے سال میں پندرہ ہزار کا مال فروخت ہؤا۔ تو گویا یہ پندرہ ہزار کا مال بصورت نقدی تبدیل ہو

گیا۔ اور اس پر زکوٰۃ واجب الادا ہوگئی۔ لیکن باقی پر نہیں۔ اور یوں بھی وہ مال جو بند پڑا رہا اور فروخت نہیں ہوا نامی نہیں کہلا سکتا۔ پس تجارت کے مال کی تین صورتیں ہیں ⁂

اول :۔ یہ کہ سارا سرمایہ جو تجارت پر لگایا گیا ہے۔ وہ سال بھر میں واپس نہیں ہوا۔ یعنی کل مال فروخت نہیں ہوا تو زکوٰۃ صرف اس حصہ پر ہے جو فروخت ہوا۔ یعنی سال بھر میں جس قدر مال فروخت ہوا۔ اس پر ۲½ فی صدی کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔

دوم۔ یہ کہ سارا سرمایہ بار بار وصول ہوتا اور تجارت پر لگتا رہا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار سرمایہ ہے۔ اور اس نے اس کا کچھ سامان خریدا وہ ایک دو ماہ میں فروخت ہوا۔ پھر اس سے اور سامان خریدا۔ اور وہ بھی فروخت ہو گیا اور یوں سال میں کئی دفعہ ہوا۔ تو صرف اصل سرمایہ پر سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ بحساب ۲½ فی صدی واجب الوصول ہوگی ⁂

سوم۔ یہ کہ سرمایہ بصورت کسی انڈسٹری کے ہے۔ جیسے مشین وغیرہ لگا کر کام کا چلانا تو اس صورت میں بھی سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی ⁂

ان تینوں صورتوں میں حساب سالانہ ہوگا۔ اور ہر سال کی اصل فروخت یا اصل سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی۔ لیکن اگر سرمایہ

میں کچھ حصہ قرضہ کا بھی ہے تو قرضہ والا حصہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگا۔ جس قدر فروخت یا سرمایہ بڑھیں یا گھٹیں گے اسی قدر زکوٰۃ بھی زیادہ یا کم ہوگی۔ اور تینوں صورتوں میں یہ جائز ہوگا۔ کہ کل فروخت یا کل سرمایہ میں سے ان اخراجات کو منہا کیا جائے جو اس تجارت یا انڈسٹری سے خاص ہیں۔ مثلاً بصورت تجارت کرایہ دوکان یا تنخواہ ملازمین دوکان اور بصورت انڈسٹری اس کے علاوہ خرچ مرمت مشین وغیرہ ؀

کرایہ مکانات پر زکوٰۃ

مکانات کے کرایہ پر اگر ایک سال کی آمدنی کرایہ باون روپے سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ بحساب اڑھائی روپے فی سیکڑہ ہوگی۔ اپنے رہائشی مکانات پر یا جن مکانات سے کوئی کرایہ وصول نہیں ہوتا کوئی زکوٰۃ نہیں ؀

قرض پر زکوٰۃ

عام طور پر اس روپیہ پر زکوٰۃ نہیں جو کسی مسلمان نے کسی کو قرض حسنہ کے طریق پر دیا ہو۔ مگر بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر روپیہ محفوظ ہے اور

اس کے واپس ملنے کا یقین ہے۔ تو زکوٰۃ ادا ہونی چاہیے لیکن چونکہ قرض خواہ اس روپیہ سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا (مسلمانوں پر سود حرام ہے) اس لئے یہ روپیہ بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ:-

"زکوٰۃ اسی مال پر ہے جس کو خود سال بھر قبضہ میں رکھا جائے"۔ اس کے علاوہ کسی غریب اور حاجتمند کو قرض دینے سے بھی زکوٰۃ کی غرض ایک حد تک پوری ہو جاتی ہے کیونکہ زکوٰۃ سے بھی مقصد یہی ہے کہ امراء غرباء کی امداد کریں۔ اس لئے جمہور اہل اسلام کا مذہب یہی ہے کہ قرض دیئے ہوئے روپیہ پر زکوٰۃ نہیں۔

پرامیسری نوٹوں پر زکوٰۃ

ملک و سوسائٹی کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں تمدن و معاشرت کے آئین میں آئے دن تبدیلیاں کرتی رہتی ہیں۔ اور اسی لحاظ سے شریعت غرّا میں بھی اجتہاد کی نت نئی صورتیں پیش آتی ہیں۔ پرامیسری نوٹ کی صورت میں جس طرح آج مسلمان روپیہ محفوظ کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کبھی یہ صورت پیش نہ آئی تھی۔ اس لئے متقدمین کا اس پر کوئی اجتہاد نہیں۔ لیکن اس زمانہ میں اس کے متعلق

اجتہاد کرنا نہایت ضروری ہے ۔

پرامیسری نوٹوں کے متعلق دو باتیں خصوصیت سے یاد رکھنی چاہئیں ۔

۱۔ جس قدر روپیہ کے نوٹ خریدے جاتے ہیں ۔ اُن پر سود بھی ملتا ہے ۔ اور گورنمنٹ اس سود کو ادا کرتی ہے ۔

۲۔ کرنسی نوٹوں کی طرح پرامیسری نوٹوں کا روپیہ واپس نہیں ملتا ۔ بلکہ یہ نوٹ بازار یا بینک میں فروخت کئے جا سکتے ہیں ان کی قیمت میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے ۔ عام طور پر سود مسلمانوں پر حرام ہے ۔ مگر چونکہ جو مالدار مسلمان پرامیسری نوٹ خریدتے ہیں اُن کی اصل غرض سود حاصل کرنا نہیں ہوتی بلکہ حفاظت مدنظر ہوتی ہے ۔ اور چونکہ گورنمنٹ اپنے قواعد کے مطابق سود دینے پر مجبور ہے اس لئے بعض علماء نے اجتہاد کیا ہے کہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو سود لے لینا چاہئے ۔ مگر اس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ یعنی اشاعت اسلام کے کام میں خرچ کر دینا چاہئے باقی رہا زکوٰۃ کا سوال سو ہمارے نزدیک چونکہ پرامیسری نوٹ خریدنے والے کے پاس ایک ایسی ہنڈی ہوتی ہے جس کو جب چاہے فروخت کر سکتا ہے اس لئے اگرچہ بظاہر اُس کے پاس روپیہ موجود نہیں لیکن اُس کے پاس

ایک ایسی چیز موجود ہے جو روپیہ کے قائم مقام ہے۔ اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ہاں زکوٰۃ اس روپیہ کے حساب سے دی جائے گی جتنے میں پرامیسری نوٹ فروخت ہو سکیں +

مکانات و جواہرات پر زکوٰۃ

جواہرات خواہ کسی قدر قیمت کے ہوں زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہیں۔ بشرطیکہ تجارت کے لئے نہ ہوں۔ اسی طرح رہنے کا مکان خواہ کیسا ہی قیمتی ہو زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہے۔ لیکن اگر مکان کرایہ پر دیا جاتا ہے تو پھر اس کرایہ کی آمدنی پر پیداوار اراضی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر وہ ہاؤس ٹیکس کے ماتحت ہے تو لگان والی زمین کی طرح یا تو زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہوگا یا کسی قدر (زکوٰۃ اور آمدنی کا فرق) دینی پڑے گی +

پانچواں باب

مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مصارف خود قرآن مجید نے بیان فرما دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں:-

اِنما الصدقات	زکوٰۃ کا مال فقرا کا حق ہے اور
للفقراء والمسٰکین	محتاجوں کا اور ان عمال کا جو زکوٰۃ پر
والعاملین علیہا	مامور ہوں اور ان لوگوں کا جن کی
والمؤلفۃ قلوبہم	تالیف قلوب منظور ہو۔ اور نیز
وفی الرقاب و	غلاموں کی آزادی میں قرضداروں
الغارمین و فی	کے قرضے ادا کرنے میں۔ خدا کی راہ
سبیل اللہ و ابن	میں اور مسافروں کی خبرگیری میں
السبیل	بھی خرچ ہونا چاہیئے۔

۱۔ فقراء کے متعلق زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ ہر ایک

شخص ایسے بیکس پر ترس کھائے گا جو وجہ معاش نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی کمانے کے قابل ہے۔ شریعت نے ایسے لوگوں کو فقرار کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور زکوٰۃ سے اُن کے لئے ایک حصّہ مقرر کر دیا ہے۔

۲۔ مساکین میں ایسے لوگ شامل ہیں جو کما تو سکتے ہیں مگر ذرائع کسب نہیں رکھتے۔ مثلاً ایک شخص درزی ہے۔ اور کپڑے سی کر اپنا پیٹ پال سکتا ہے۔ مگر اس کے پاس سینے کی مشین نہیں۔ قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں کی امداد زکوٰۃ سے کی جائے اور ان کو قوم کے مفید اور کارکن رکن بنایا جائے۔ تاکہ وہ بلا وجہ سوسائٹی پر بار گراں نہ ہوں۔

۳۔ عمال بھی چونکہ زکوٰۃ وصول کرنے۔ اُن کے حساب رکھنے میں اپنا عزیز وقت خرچ کرتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اُن کی تنخواہ بھی اس زکوٰۃ سے ادا کی جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ محض ایک انفرادی اور ذاتی بخشش نہیں کہ جس کو چاہا دے دی۔ بلکہ یہ ایک نظام کے ماتحت ہونی چاہیئے۔ اور ایک جگہ جمع ہو کر باقاعدہ مختلف مصارف میں تقسیم ہونی چاہیئے۔ اگر مسلمانانِ ہند زکوٰۃ کے لئے ایک مستقل انتظام کر دیں تو اُن کی تمام

قومی ضروریات اس ایک ہی فنڈ سے پوری ہو سکتی ہیں ۰

تالیف قلوب کے لئے بھی زکوٰۃ کا روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے۔ تقریباً ہر مذہب و ملت میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو غیر مذاہب سے اس مذہب میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اسلام میں تو ایسے بہت سے تھے اور اب بھی ہیں اس لئے ان کے واسطے یہ قرار دیا ہے کہ زکوٰۃ میں سے ان کی امداد کی جائے۔ تاکہ بر سرکار ہونے تک اپنا گزارہ کر سکیں۔

۴۔ غلاموں کی آزادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصہ ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام نے نسل انسانی کی آزادی کی کہاں تک حمایت کی ہے ۰

۵۔ قرضداروں کے قرضہ ادا کرنے میں بھی زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ قرض انسان کو بہت سی ترقیات سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی قرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کو اس سے نجات دلانے میں دوسرے بھائیوں کو بھی مدد کرنا چاہئے۔ تاکہ مفلوک الحال بھائی پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

۶۔ فی سبیل اللہ تو خرچ کرنا نہایت ہی خیر و برکت کا موجب ہے مگر آج کل بعض لوگوں نے فی سبیل اللہ کے

معنی غلط سمجھے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بازار میں جو مانگنے والوں کو ایک پیسہ دیا جاتا ہے وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اصطلاح میں فی سبیل اللہ سے مراد دین حق کی اشاعت میں خرچ کرنا ہے۔ کیونکہ مساکین و فقراء کا ذکر تو پہلے آ چکا ہے۔ پس فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ خواہ وہ جہاد سیفی ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا اور خواہ وہ قلمی ہو جیسا کہ اب ہے ؛

۷۔ آج کل مسلمان اشاعت اسلام سے علی العموم غافل ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک بہت بڑا مصرف اشاعت اسلام بھی ہے ؛

۸۔ مسافروں کی خبرگیری بھی ضروری ہے کیونکہ اگر کوئی غیر ملک کا مسافر تنگ دست ہو تو یا تو وہ بیچارہ بھوک سے مر جائے گا اور یا چوری اور نقب زنی پر مجبور ہوگا اس لئے شریعت اسلام نے حکم دیا ہے کہ ایسے مسافروں کی امداد زکوٰۃ سے کی جائے۔ جو تنگ دست ہوں ؛

زکوٰۃ کی اس بحث پر ذرا غور کرو کہ کیسے پر حکمت اصول ہیں۔ اگر ان احکام پر عملدرآمد کیا جائے تو تمام ملک و قوم کا ہر ایک فرد اپنی حیثیت کے بموجب مرفہ الحال

ہو سکتا ہے - کیونکہ امراء غرباء کی مدد کریں گے - اور اس طریق سے مدد کریں گے کہ وہ خود بھی کمانے کے قابل ہو جائیں ٭

کن کن اشخاص کے لئے زکوٰۃ کا مال حرام ہے

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی علو ہمتی اور بے غرضی اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی آل و اولاد کے لئے زکوٰۃ کا مال حرام کر دیا ہے کہ یہ لوگ سست اور کاہل نہ ہو جائیں - پس اولاد حضرت علی - اولاد جعفر - اولاد عباس اور اولاد عقیل و حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جا سکتا ٭

اسی طرح رشتہ دار جو ہم سے اصلاً فرعاً تعلق رکھتے ہیں وہ زکوٰۃ کے مال کے مستحق نہیں - کیونکہ ان کا حق ہم پر یوں بھی ہے - مثلاً ماں باپ - دادا - دادی - بیٹا - بیٹی - بیوی - اپنا غلام - خاوند -

لیکن اگر بھائی - بہن - چچا - ماموں - یا اُن کی اولاد مستحقین زکوٰۃ کی تعریف میں آ جائیں تو پھر اُن پر زکوٰۃ کا مال

حلال ہو جائے گا۔

زکوٰۃ کی ادائگی بذریعہ بیت المال ہی ہو سکتی ہے

قرآن کریم میں اگر ایک طرف مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔ تو دوسری طرف رسول اللہ صلعم کو حکم ہے۔ کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں۔ خذ من اموالھم صدقۃ اور آپ کے بعد ائمۃ المسلمین کو یہی حکم ہے اور جو خیرات کی جائے اس کے متعلق یہ حکم نہیں۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ اور دوسرے صدقات بطور نفل ہیں۔ جہاں زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی مختلف مدات کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بھی ہے و العاملین علیہا یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو بھی تنخواہیں دی جائیں گی جو اس کے وصول کرنے کے لئے مقرر ہوں۔ جس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا باقاعدہ وصول ہو کر قومی بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے۔

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے عاملین زکوٰۃ مقرر کرنے کا ذکر ہے۔ اور وہ سب زکوٰۃ جمع کر کے بیت المال میں داخل کرتے تھے۔ اور آپ نے ہی

وہ حساب بھی بنایا جس حساب سے زکوٰۃ مال میں سے لینی چاہئے - اور کسی شخص کے اختیار پر اس بات کو نہیں چھوڑا کہ کس قدر زکوٰۃ دے - اور یہ بھی حکم تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کی رائے کے آگے سر جھکایا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کے بیت المال میں داخل کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن کے ساتھ جنگ کا حکم دیا - اور صحابہ نے اس کی صحت کو تسلیم کیا - ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ ہر شخص اپنی جگہ پر فقرا و مساکین کو دے کر ادائگی حکم سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا - بلکہ اس کا ایک بیت المال میں جمع ہو کر وہاں سے مناسب ذرات پر خرچ ہونا ضروری ہے - قومی چندے وغیرہ جو اصحاب ادا کرتے ہیں وہ بھی انہیں دیگر صدقات میں آتے ہیں جو بطور نفل ہیں - اصل فرض زکوٰۃ ہے - اور اس کا حساب کر کے بیت المال میں داخل کرنا ضروری ہے اس کے بعد چندہ جس قدر کوئی شخص چاہے ادا کرے زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات میں ہر ایک انسان مجاز ہے جس طرح چاہے انہیں خرچ کرے - مگر زکوٰۃ کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتا - ہاں ایک حدیث

ہیں رسول اللہ صلعم کا یہ حکم پایا جاتا ہے

اذا خرصتم فخذوا	یعنی جب تم غلہ وغیرہ کا اندازہ
ودعوا الثلث فان	زکوٰۃ کے لئے کرو تو اسے لے لو۔
لم تدعوا الثلث	ایک تہائی چھوڑ دو۔ اور ایک تہائی
فالربع	نہ چھوڑو تو ایک چوتھائی چھوڑ دو

امام شافعی کہتے ہیں تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ کے چھوڑ دینے کا حکم اس لئے ہے تاکہ وہ شخص خود اسے اپنے ہمسایوں اور قریبیوں پر خرچ کرے۔ یعنی ایسے قریبیوں پر جو مستحق زکوٰۃ ہیں +

چند متفرق مسائل

بعض لوگ سوال کیا کرتے ہیں کہ یتیم کے لئے مال زکوٰۃ حلال ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یتیم کا ذکر اگرچہ قرآن مجید کی آیت میں مذکور نہیں۔ لیکن اگر یتیم لفظ فقرا یا مساکین میں شامل ہے تو مال زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یتیم یا تو صاحب جائداد ہوگا یا نادار۔ صاحب جائداد ہونے کی صورت میں اس کو زکوٰۃ کے لینے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ خود

مالدار ہے۔ ہاں اگر وہ غریب ہے اور فقراء و مساکین کی تعریف میں آ سکتا ہے تو پھر مال زکوٰۃ دینے میں اور اس کو لینے میں ہرج نہیں ٭

مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی حالت نہایت افسوس ناک ہے۔ اور بعض وقت یہ سوال بھی پیدا ہوا ہے کہ زکوٰۃ کا مال سکول اور کالج قایم کرنے میں خرچ کیا جائے یا نہیں۔ اس کا جواب تو صاف ہے۔ قوم کے بچوں کو تعلیم دلانا حقیقت میں اُن کو مسکنت سے بچانا ہے اور جو قوم نا تعلیم یافتہ ہو اس سے زیادہ مسکین کون ہوگا؟

اس لئے تعلیم پر خرچ کرنا بھی زکوٰۃ فنڈ سے جائز ہے۔ لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو ٭

فی سبیل اللہ سے مراد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آجکل وہ تلوار کا جہاد تو جائز نہیں کیونکہ وہ اس وقت جائز ہوتا ہے جب کہ غیر قوم اسلام اور مسلمانوں کو احکام شرعی سے بزور شمشیر منع کرے یا اُن کی ہستی کو صفحۂ دنیا سے مٹا دینا چاہے۔ جیسا کہ کفار عرب کرتے تھے۔ اور اس لئے

بالآخر قرآن مجید نے بھی مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس زمانہ میں یہ صورت نہیں ہاں اسلام کے خلاف آج کل قلم اٹھایا گیا ہے۔ اور اس کا جواب بھی قلم سے ہونا چاہئے۔ اس لئے اشاعت اسلام کے لئے جو کتابیں شایع کی جائیں یا جن کتابوں میں معترضین اسلام کے جواب دئیے جائیں ان کا چھاپنا شایع کرنا۔ زکوٰۃ کے مال سے جائز ہے۔ جو لوگ اس کام میں مصروف ہوں وہ اپنی وجہ کفاف کے طور پر بھی زکوٰۃ سے لے سکتے ہیں۔ کیونکہ غازی کے لئے زکوٰۃ کا مال جائز ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ نا بالغ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اس جواب کے لئے یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ زکوٰۃ تو در اصل مال پر ہوتی ہے، جس نابالغ کے پاس نصاب موجود ہے، اس کے ولی کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے، کہ وہ صاحب نصاب ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ[1] جو شخص کسی یتیم کا

[1] عن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فقال ان من ولی یتیما لہ مال فلیتجر فیہ ولا یترکہ حتی تاکلہ الصدقۃ (رواہ الترمذی)

والی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مال کو تجارت میں
لگائے اور اسے بے کار نہ چھوڑے کہ کہیں زکوٰۃ
ہی اس مال کو نہ کھا جائے۔ مگر بعض علماء کا خیال
ہے کہ نابالغ چونکہ اوامر و نواہی خداوندی کا مکلف نہیں
اس لئے زکوٰۃ بھی اس پر واجب نہیں ؛

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نابالغ کے مال پر بھی زکوٰۃ
ہے۔ ہاں یہ ولی کا فرض ہے کہ وہ اس مال کو تجارت
میں لگائے تاکہ مال ترقی کرتا رہے ؛

عام صدقات

زکوٰۃ تو فرض ہے ، مگر شریعت اسلام نے اس کے
علاوہ بھی خیرات اور صدقات کو نہ صرف جائز بلکہ
باعث ثواب قرار دیا ہے ، قرآن مجید کے پڑھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ مساکین اور غریب لوگوں کی امداد خدا
کے نزدیک پسندیدہ امر ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر خدا
تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی تعریف کر کے فرماتا ہے ؛

و یطعمون الطعام	وہ لوگ خدا کی محبت سے
علی حبّہٖ مسکیناً و	مسکین اور یتیم اور قیدیوں کو

یتیماً و اسیرا   کھانا کھلاتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے:۔

و اما السائل فلا تنھر   پس سائل کو مت جھڑکو

بظاہر تو اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم ہی مخاطب ہیں، مگر نبی کو جو حکم ہوتا ہے اس میں اس کی امت کے افراد بھی شامل ہوتے ہیں، اس لئے گویا تمام امت مسلمہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کسی سائل سے بد اخلاقی سے پیش نہ آئیں۔

حدیث شریف میں بھی تاکید آئی ہے کہ سائل کو حتی الامکان محروم نہیں کرنا چاہیئے۔

بعض نئی روشنی کے بزرگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس تعلیم سے گداگری کی عادت پڑتی ہے، جو قومی ترقی کے سخت منافی ہے۔ مثال میں انگلستان کو پیش کرتے ہیں جہاں بھیک مانگنا قانوناً جرم ہے، مگر اصل بات یہ ہے کہ اسلام نے زکوٰۃ کے حکم سے قومی افلاس اور ادبار کا علاج تو کر دیا ہے، اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جس اسلامی سلطنت میں زکوٰۃ

کے مصارف مذکورہ بالا پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ ہوتا ہے اس میں قوم بلحاظ مجموعی نہایت مرفہ الحال ہوگی، مگر پھر بھی باوجود اس کے انفرادی طور پر ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جو محتاج امداد ہوں اور اُن کے لئے اسلام نے صدقات یا عام خیرات کی تحریصیں دی۔ کہ اپنے ہم جنسوں سے ہمدردی ایک فطری جذبہ ہے۔

اس کے علاوہ سائل جب سوال کرتا ہے۔ تو وہ ایک گری ہوئی حالت میں ہوتا ہے، اور اس وقت اس کے ساتھ ہمدردی کا سلوک نہ کرنا اور اسے جھڑک دینا مرے کو مارے شاہ مدار کی مثل کو زندہ کرنا ہے اعلیٰ اخلاق اس کے مقتضی ہیں کہ حتی الامکان سائل کی درخواست کو منظور کیا جائے، شریف النفس لوگ اگر کسی کی درخواست کو منظور کرنے کی توفیق نہیں پاتے تو اپنی خفت محسوس کرتے ہیں۔ صائب نے کیا خوب کہا ہے ؎

صائبا خجلت سائل بزمینم در کرد
بے زری کرد بمن آنچہ بقاروں زر کرد

اسلام کی تعلیم چونکہ انسان کے ہر ایک شعبۂ فطرت کے مطابق ہے، اس لئے جہاں قومی اور ملی حیات

کے لئے زکوٰۃ کا نظام قایم کیا وہاں انفرادی حالتوں کے لئے عام صدقات و خیرات کی تحریص بھی کردی۔ تاکہ انسان میں جو ایثار اور فیاضی کی قوت ودیعت ہے وہ نشو و نما پائے ؛

دار الکتب اسلامیہ کی چند ضروری کتابیں

جن کا مطالعہ ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے

بیان القرآن - یعنی قرآن کریم کی مکمل اردو تفسیر و ترجمہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے تین جلد - قیمت جلد اول لعہ - جلد دوم سے - جلد سوئم لعہ محصول ڈاک اسکے علاوہ -

براہین احمدیہ - حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سب سے پہلی تصنیف جس میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے - اس کتاب کے شایع ہونے پر پانچ ہزار روپے کا انعامی اشتہار دیا گیا تھا جو کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑے مگر اب تک کسی کو اس کے مقابل قلم اٹھانے کی جرات نہیں ہوئی - مجلد عہ

ازالہ اوہام - اس کتاب میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود نے وفات مسیح حقیقت دجال، یاجوج ماجوج اور اپنے دعویٰ مسیح موعود پر آیات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے مفصل بحث کی ہے آپکے دعاوی کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے اس ایک کتاب کا مطالعہ کافی ہے قیمت ہر دو حصص عہ

سرمہ چشم آریہ - رد اصول وید و اثبات حقیقت اصول قرآن شریف بیالیس سال ہوئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم نے آریہ کے مقابل پر لکھی اور جو ہندو یا آریہ صاحب اس کا جواب لکھیں اسکو پانسو روپے انعام دینے کا وعدہ کیا - مگر اب تک کسی صاحب کو اس کا جواب لکھنے کی جرات نہیں ہوئی اب چوتھی دفعہ نہایت احتیاط سے خوبصورت سفید کاغذ پر چھاپی گئی ہے قیمت عہ

ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب - اس رسالہ میں ایک عیسائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپکے معجزات پر اعتراض کئے تھے جس کا جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے دندان شکن جواب دیا گیا ہے - قیمت ۱ر

آئینہ کمالات اسلام - اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی خوبیوں کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کیا ہے اور عیسائی اور آریہ اسلام پر جو اعتراضات کرتے ہیں ان کا دندان شکن جواب دیا ہے اس سلسلہ میں ملائکہ حشر اجساد - ضرورت الہام اور نزول ابن مریم پر سیر کن بحث کی ہے -

پھر پنجاب، ہندوستان، ممالک عرب، فارس، روم، مصر، ایران، ترکستان وغیرہ ممالک کے پیرزادوں سجادہ نشینوں، فقیروں، زاہدوں، صوفیوں، اور خانقاہوں کے گوشہ گزینوں کو تبلیغ کی ہے۔ انکی سوانح اور مخلص احباب [illegible] آخر پر [illegible] سالانہ [illegible] کی مختصر کیفیت اور لیکھرام پشاوری کی نسبت پیشگوئی کی ہے۔ غرض اس کتاب میں حقائق و معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا ہے۔ جو قابل دید ہے ساڑھے پانچسو صفحات کی کتاب ہے قیمت عہ

برکات الدعا:- اس میں حضرت مرزا صاحب نے فلسفہ دعا پر مدلل اور مبسوط بحث کی ہے اور سر سید احمد خان صاحب کے اس خیال کی کہ دعا محض عبادت ہے حصول مطالب میں دعا کا کوئی فائدہ نہیں دلائل قاطعہ سے تردید کی ہے۔ قیمت ۴؍

شناخت مامورین حقہ:- مامورین من اللہ کی اور انہیں پرکھنے کے نشانات بوضاحت درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۴؍

مسیح موعود:- اس میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کے دوبارہ نزول کی حقیقت کو قرآن شریف سے واضح کیا گیا ہے اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعاوی مسیحیت و مجددیت اور آپ کی پیشگوئیاں وغیرہ پر قرآن کریم و حدیث سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ مجلد عہ

ملفوظات اولیائے امت:- اس امت میں جس قدر محدث مجدد و ولی گذرے ہیں ان کے وہ کلمات جمع کئے گئے ہیں جو انہوں نے خاص حالات کے ماتحت اپنی نسبت نبی رسول اور اس سے بھی بڑھ کر الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں قیمت ۲؍

ویدک سائنس یا وید بھگوان کا علمی لیکچر مصنفہ مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت اس میں ویدک سائنس کی اصلیت پر مدلل و محقق بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲؍

اسمائے الٰہیہ:- قرآن کریم اور وید کی رو سے اسمائے الٰہیہ پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔ اسمائے الٰہیہ کا فلسفہ اور انسان سے ان کا تعلق۔ وید کی اس بے خبری اور تہی دستی کو مفصل اور مشرح طور پر بکثرت وید منتر نقل کرکے ثابت کیا ہے۔ قیمت سات آنے ۷؍

ملنے کا پتہ:- دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

مصطفیٰ خاں مولوی - زکوٰۃ

Extract
from the
RULES of the
LYTTON LIBRARY,
MUSLIM UNIVERSITY,
ALIGARH.

The under mentioned shall be eligible to take books the Library :—

A. Members of the Court.

B. Members of the University teaching staff, including the Librarian.

C. Students on the rolls of the University

D. Other persons, wheather connected with the University or not, who have obtained special permission of the Pro-Vice-Chancellor on deposit of Rs. 25.

2. The maximum number of books that may be borrowed at any one time is.

[in Rule 21] {A & B ...2 volumes; C ...15 (MA, & M.Sc. 4 volumes; All others 2)

4. Books may be retained by—

[in Rule 21] (A & B for one month; C & D " 14 days

6. Books lost, injured or defaced in any way by any other borrowers must either be replaced or the price paid for. In case a book bel... to a set or series and ... single volume is ... able